رحمتِ دوعالم ﷺ کا عالمی پیغام

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں مذہبی اختلافات کا حل

شیخ طریقت
متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل ہے

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین اسلام عطا فرمایا ہے وہ جینے سے پہلے اور مرنے کے بعد کے حالات کی جہاں خبر دیتا ہے وہاں دنیا میں ہر عمر کے حساب سے زندگی گزارنے کے انسانی، فطری، اخلاقی، قومی و ملی قوانین بھی دیتا ہے۔ اسلام؛ اتحاد و اتفاق کا سب سے بڑا نا صرف علمبردار بلکہ گزشتہ ادوار میں عملاً نافذ العمل مذہب بھی رہا ہے۔

اسلام؛ پوری روئے زمین پر علمی، عملی، قومی اور ملی فسادات کو ختم کر کے امن و آشتی، انصاف وعدل، راحت و چین کے ساتھ مکمل آزادی کا حق دیتا ہے۔ یہ محض تجاویز اور تھیوری پیش کرنے پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ عملی زندگی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ سابقہ اقوام کے عروج وزوال کی محض داستانیں ہی نہیں سناتا بلکہ ان سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کے لیے دعوتِ فکر دیتا ہے۔

1: انسان کا رشتہ خالق سے جوڑے رکھنے کے لیے عقائد و نظریات اور عبادات کا حکم دیتا ہے۔

2: انسان کا رشتہ بحیثیت امتی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لیے ایمان بالنبی اور اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیتا ہے۔

3: انسان کا رشتہ انسان سے صحیح طور پر جوڑے رکھنے کے لیے اخلاقیات اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

4: انسان کا رشتہ معاشرے سے جوڑے رکھنے کے لیے عمدہ معاشرت کا حکم دیتا ہے۔

5: انسان کا رشتہ ضروریات زندگی سے جوڑے رکھنے کے لیے صاف شفاف معاملات کا حکم دیتا ہے۔

اگر مذکورہ بالا تمام فطری اور انسانی اقدار کو اسلام کے احکام کے مطابق تسلیم کر کے عمل کیا جائے تو کرۂ ارض پر انسانوں کا نہیں "انسانیت" کا راج ہو گا۔

لیکن زمینی حقائق یہ بتلاتے ہیں کہ جب تک اسلامی دستور العمل عملاً نافذ رہا تب تک تو یہ دنیا امن کا گہوارہ تھی اور جب خدا تعالیٰ کے آفاقی احکامات کے بجائے انسانوں کی تدبیر پر اصول ہائے جہاں بانی کی بنیاد رکھی گئی تو بد امنی، لاقانونیت، فتنے، معاصی، خود سری، خود غرضی اور دیگر شیطانی محرکات نے جنم لیا۔ نتیجہ آج انسان اتحاد کے بجائے اختلافات و افتراق کی دوزخ میں جل رہا ہے۔

مذہبی، سیاسی، قومی، خاندانی اور نسلی اختلافات نے اس کی روحِ آزادی کو نہ صرف زخمی کیا بلکہ اس کے سارے نظام کو عالمی سطح پر مفلوج اور بے کار کر دیا ہے۔ محض انسانی تدابیر کی کوکھ سے جن سانحات و حادثات نے جنم لیا پھر اسی کو بار بار آزمانے کی مسلسل روش نے انسان کو آج تک امن و آزادی اور سکون و راحت نصیب نہیں ہونے دی۔

نظامِ عالم پر متعدد انسانی تجربات کو آزمایا گیا، قیامِ امن کی تجاویز و آراء پر سنجیدگی سے کئی بار غور کیا گیا، نئے قوانین بھی وضع کیے گئے لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بنیادی خامیوں کو دور کیے بغیر امن کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنا خود ایک خواب بن گیا۔

جبکہ اسلام سارے عالم میں قیامِ امن کا محض مدعی ہی نہیں بلکہ حقیقتاً نظامِ امن نافذ بھی کر چکا ہے۔ جس کے فوائد و ثمرات اپنے پرائے، دوست

دشمن، مسلم وکافر سبھی کے ہاں تسلیم شدہ ہیں۔ انسانی تدابیر سے پیدا ہونے والے اس وقت جتنے بھی اختلافات ہیں بنیادی طور پر مندرجہ ذیل اختلافات میں منحصر ہیں۔ مذہبی، قومی، سیاسی، نسلی، علاقائی، خاندانی اختلافات؛ ان سب کا حل ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی سیرتِ طیبہ میں ملتا ہے۔

دورِ حاضر میں باہمی اختلافات میں سے جو سب سے بڑا اختلاف، افتراق وانتشار بلکہ جنگ وجدال قتل وغارت اور منافرت ودشمنی کا باعث ہے وہ یہی مذہبی اختلاف ہے۔ ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے لیے تنگ دل بلکہ سخت دل ہیں۔ مذہب کے نام پر کئی خاندانوں کے خاندان کئی نسلوں کی نسلیں کئی قوموں کی قومیں کئی ملکوں کے ملک صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔

عدمِ برداشت، عدمِ رواداری وتحمل کی روش نے لاکھوں انسانوں کو موت کی بھینٹ چڑھادیا ہے۔ اس وقت بھی بین الاقوامی سطح پر باہمی مصالحت، اتحادواتفاق قائم کرنے کے لیے مختلف منصوبوں پر عمل درآمد کرانے کے لیے کئی ممالک، ادارے، جماعتیں اور تنظیمیں اپنا کردار دکھانے میں سرتوڑ محنت کر رہی ہیں۔ مذاکرات، ڈائیلاگ، مصالحت اور عسکری قوت کے زور پر الغرض تمام اسباب کو بار بار بروئے کار لایا بھی گیا لیکن حالات جوں کے توں ہیں۔

دنیا میں بسنے والی مختلف اقوام کے مزاجی اختلافات اسی گتھی کو مزید الجھا رہے ہیں عقلی طور پر جتنی صورتیں بظاہر ممکن نظر آرہی ہیں حقیقت میں مذہبی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے ناممکن ہیں۔

مثلاً کسی فرد کے بارے میں یہ تصور کرلیا جائے کہ فلاں شخصیت پر تمام

اقوام اور افراد متفق ہو جائیں اور اسی ایک کی بات مان کر اختلافات کو ختم کر لیا جائے۔

ایسے شخص کے لیے دو بنیادی خوبیوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔

1: اس کا علم وسیع تر ہو وہ تمام اقوام کے فطری جذبات اور ضروریات اور اغراض سے واقف ہو۔

2: لوگوں کے معاملات کی اصلاح بھی کر سکتا ہو۔

یہ صورت عقلاً تو ممکن ہو سکتی ہے لیکن فی الواقع بہر طور ناممکن ہے کیونکہ انسانوں کے مزاج میں تفاوت ہے۔ یہ تفاوت ان کو ایک مرکزی نقطے پر متحد نہیں ہونے دیتا۔ دوسری صورت عقلی طور پر ممکن ہے کہ کسی ادارے کو تمام اقوام متفقہ طور پر حاکمیت سونپ دیں پھر اس ادارے کے ہر حکم کو قبول بھی کریں لیکن فی الواقع اس میں بھی عمل کرنا؛ ناممکن ہے کیونکہ ادارے میں جس قوم کے افراد کی تعداد زیادہ ہو گی وہی قوم اس ادارے سے اپنے مفادات سمیٹے گی، باقی اقوام پھر محرومی اور ناانصافی کا شکار ہو کر رہ جائیں گی۔

اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات سیرتِ طیبہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کی روشنی میں یہ ہیں کہ کسی شخص یا ادارہ، جماعت یا تنظیم کی حاکمیت، تسلیم کرنے کے بجائے ان کے خالقِ حقیقی کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ جس کے ہر فیصلے پر من وعن عمل کیا جائے۔ کیونکہ نوع انسانیت کا خالق وہی ہے، وہی ان کی تمام ضروریات کو بخوبی سن سکتا ہے، جان سکتا ہے اور ان کو حل بھی کر سکتا ہے۔ اس میں ظلم وجور کا شائبہ بھی نہیں اور مفاد پرستی کا تصور بھی نہیں۔ چونکہ وہ تمام مخلوقات کا خالق ہے اس لیے عقل کا مقتضاء بھی یہی ہے کہ صرف اسی ہی

کو حاکم تسلیم کیا جائے۔ اسی ممکنہ ومشترکہ پلیٹ فارم پر اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کو خطاب کیا۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ:64

ترجمہ: اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی مشترکہ بات پر جمع ہو جائیں کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے اور ہم اس کی ذات وصفات (خاصہ) کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ تعالی کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب نہ مانے۔ اگر وہ اس عہد وپیمان سے پھر گئے تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو ماننے والے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ:103

ترجمہ: اللہ کی رسی (قرآن، توحید) کو مضبوطی سے تھامو اور باہم افتراق و انتشار کا شکار نہ بنو۔

توحید ہی ایسی رسی ہے جس کو تھامنے سے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں لیکن اس مقام پر مندرجہ ذیل تفصیل کو بطور خاص ملحوظ رکھا جائے ورنہ اختلافات کے خاتمہ کا تصور ماند پڑ جائے گا۔

اس خدائی اصول کی تشریح ہر شخص اپنی طرف سے نہ کرے ورنہ

مختلف تشریحات کا ملغوبہ نئی الجھن میں ڈال دے گا۔ بلکہ اس کی تشریح وہ معتبر کہلائے گی جو اس دل سے زبان کے راستے ظاہر ہو جس دل پر یہ اصول نازل کیا گیا اور جس کی زبان مبارک کو یہ اعزاز سونپا گیا ہے کہ قرآن آپ پر نازل ہو گا اور اس کی تشریح آپ لوگوں کو سمجھائیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿44﴾

سورۃ النحل، رقم الآیۃ:44

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف قرآن کریم نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو اس کی مراد سمجھائیں جس مقصد کے لیے ان کی طرف یہ نازل کیا گیا تاکہ وہ اس میں غور و فکر کر کے اس پر عمل کر سکیں۔

اس لیے قرآن کا وہ مطلب مراد لیا جائے جو مطلب اللہ کے برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا وہ مطلب مراد لیا جائے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا۔

اسلام کے معتدل مذہب ہونے کی ایک وزنی دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں سابقہ تمام سچے مذہبی پیشواؤں پر ایمان لانا اور ان کی عزت و توقیر لازمی ہے۔ اس کے برخلاف آج کے یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے مدعی تو ہیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بالخصوص خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف نبی اور رسول بلکہ خدا اور خدا کے بیٹے ماننے کے مدعی ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے

انبیاء و رسل علیہم السلام مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ اور بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو یکسر نہیں مانتے جبکہ اسلام کہ تمام سچے انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایمان لانے میں تفریق نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 136

ترجمہ: ہم رسولوں پر ایمان لانے کے بارے میں فرق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔

البتہ ان کے فرق مراتب کو ضرور ملحوظ رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 253

ترجمہ: ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر زیادہ فضیلت عطا کی۔

ایمان لانے کا مطلب واضح ہے کہ وہ اپنے وقت میں اللہ کے برحق سچے نبی اور رسول تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی اب ان کی شریعت کو مجموعی طور پر خداوند کریم نے منسوخ فرما دیا ہے۔ اب تا صبح قیامت شریعت محمدیہ اللہ کے ہاں معتبر اور پسندیدہ و مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

والسلام

پیر، 19 اکتوبر، 2020ء